سرکاری کمیٹی کا مسودۂ قصاص و دیت

ادارہ ترجمان القرآن

قصاص و دیت کا مسودہ جو ۱۹۸۰ء میں اسلامی نظریاتی کونسل نے قریباً سال بھر کی محنت کے بعد تمام مراحل طے کر کے مرتب کیا تھا وہ اُس وقت حکومت کو پیش کر دیا تھا۔ اب چار سال کا عرصہ یوں گزرا کہ وہ مختلف کمیٹیوں کے چکر میں پڑا رہا۔ اس میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی اور جب مجلس شوریٰ میں وہ پیش ہوا تو اس کی دفعات میں سے بہت سی دفعات ان لوگوں کو جو انگریزی قانون کے ماہر کہلاتے ہیں پسند نہیں تھیں بلکہ درحقیقت بات یوں ہے کہ وہ لوگ قتل و جروح کے بارے میں انگریزی قانون کو بدل کر سرے سے اسلامی قانون کو لانے کے لئے تیار ہی نہیں، لیکن چونکہ کھل کر یہ جرأت بھی نہیں کر سکتے کہ یہ کہہ دیں کہ قرآن و سنت کا قانون منظور نہیں اس لئے وہ مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں کہ بات ٹل جائے۔ ان لوگوں نے اور ان کے ساتھ ان کی ہم خیال عورتوں نے زور لگا کر یہ تجویز پیش کی کہ اب ایک اور منتخبہ کمیٹی اس پر غور کر کے رپورٹ پیش کرے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹالنے کے لئے پس پردہ تار کہیں اور جگہ سے ہلائے جا رہے ہیں اور ان تجویز کرنے والوں کو درحقیقت کسی اور نے آمادہ کیا تھا، بہرحال کمیٹی بن گئی، جس کے چیئرمین جہلم کے ایک وکیل چودھری الطاف حسین تھے جو مسلسل ہمیشہ ہر دینی بات کی مخالفت اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور اس انداز سے گفتگو کرتے ہیں جیسے کہ کوئی اسلام کا

مخالفت کیا کرتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایسے آدمی کو اسلامی قانون سازی کے لئے کسی کمیٹی کا چیئرمین منتخب کرنے پر اگر کسی سازش کا شبہ پیدا ہو تو بے جا نہ ہوگا۔ اس میں ایک دیوبندی عالم ایک بریلوی مسلک کے عالم اور ایک شیعہ حاجی صاحب کوئٹہ کے اور دو عورتیں مجلس شوریٰ کی ممبر خواتین میں سے اور ایک کراچی کے وکیل صاحب سعید حسن مقرر کئے گئے جو الطاف حسین سے بھی دو قدم آگے ہیں۔

آئندہ نو مہینے اس کمیٹی نے لگائے اور اپریل ۱۹۸۴ء کے اجلاس میں چودھری الطاف حسین نے ایک رپورٹ پیش کی جس کو پڑھتے ہی تمام علماء اور مجلس شوریٰ کے دوسرے اہل علم اور دین سے مخلصانہ لگاؤ رکھنے والے ارکان نے کہا کہ یہ تو اصل مسودہ کو مسخ کیا گیا ہے اور ان صاحب نے اپنی طرف سے وہی پرانا انگریزی قانون تعزیرات پاکستان پیش کیا ہے، تینوں علماء نے اس سے برأت کا اظہار کیا اور انھوں نے چالیس صفحات پر مشتمل اختلافی نوٹ پیش کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ الطاف صاحب نے صرف اپنی خواہش نفس کی ساری باتیں لکھ دی ہیں، ہماری طرف سے جو بھی اختلافی بات آتی رہی اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ رپورٹ مرتب کر کے ہمیں نہیں دکھائی۔ اس لئے یہ کمیٹی کی رپورٹ ہے ہی نہیں مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے تو شوریٰ میں یہاں تک کہا کہ اگر اس رپورٹ کے ٹائٹل پر مجلس شوریٰ کی منتخبہ کمیٹی اور الطاف حسین کا مسلمانوں جیسا نام نہ ہوتا اور کوئی رپورٹ پڑھتا تو یہی سمجھتا کہ یہ کسی غیر مسلم کی تحریر ہے۔

مجلس شوریٰ کے اکثر ارکان نے بھی یہی مطالبہ کیا کہ اس رپورٹ کو رد کر دیا جائے۔ خواتین ساری کی ساری دوسری طرف تھیں وہ ان دو دفعات کی خاطر ان وکلاء حضرات کی حمایت میں سرگرم تھیں جو ان کو یقین دلا رہے تھے کہ ان دو دفعات میں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور باقی اسلام کو نکالنے کے لئے تم ہمارا ساتھ دو۔

آخر کشمکش بہت بڑھ گئی تو صدر صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ راجہ محمد ظفر الحق صاحب کی چیئرمینی میں ایک کمیٹی بن جائے جس کے ارکان مجلس شوریٰ کے وہ سارے افراد ہوں جو اس مسودہ پر غور کرنے والی ساری کمیٹیوں کے ممبر رہے ہوں اور اسلامی نظریاتی کونسل کے

چیئرمین اور ایک ممبر شیخ غیاث محمد صاحب بھی اس میں شامل ہوں۔ اس پہ مجلس شوریٰ کے چیئرمین خواجہ صفدر صاحب نے پانچ اور ارکان کے ناموں کا اضافہ کیا جن میں دو اور خواتین تھیں، ایک اقلیتوں کا نمائندہ تھا اور دو وکلا، اس طرح چالیس سے اوپر ارکان پر مشتمل یہ کمیٹی بن گئی۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب نے راجہ ظفر الحق سے اس بات کی اجازت لی کہ ان کے ساتھ تعاون کے لئے مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل بھی اس مجلس میں شریک ہوں اور اقلیتی نمائندہ نے اجازت حاصل کی کہ ایک مزید اقلیتی نمائندہ گرداری لال بھاٹیہ بھی شریک ہوں۔

اس کمیٹی نے راجہ ظفر الحق صاحب کی صدارت میں اپنا کام شروع کیا۔ صبح و شام مسلسل طویل اجلاس ہوتے رہے جس میں چودھری الطاف حسین اور اقبال احمد خاں یہ دونوں وکیل اور ساری خواتین ممبران جو چھ سات تھیں مسلسل رکاوٹیں ڈالتے رہے اور یوں معلوم ہو رہا تھا کہ ان کی کوشش یہ ہے کہ یا تو یہ مسودہ حقیقی اسلامی رنگ میں منظور نہ ہو بلکہ وہی الطاف صاحب کی رپورٹ مانی جائے یا پھر معاملہ کو ٹال دیا جائے تاکہ کچھ بھی نہ بنے۔ راجہ ظفر الحق صاحب کا رویہ بہت مناسب تھا ان کی کوشش یہ معلوم ہو رہی تھی کہ یہ کمیٹی کوئی متفقہ مسودہ پیش کر سکے۔ بہر حال ایک مسودہ مرتب ہوا جس میں اکثر دفعات پر ارکان کی اکثریت نے اتفاق کیا مگر یہ حضرات آخر تک کہتے رہے کہ ہم اختلافی نوٹ دیں گے۔

اس میں اہم مسئلے دو ہیں (اور ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے) جن کی خاطر معلوم ہو رہا ہے کہ عالم بالا کے حضرات بھی یہ چاہتے ہیں کہ ان مغرب زدہ عورتوں کو خوش کیا جائے اور کہیں سے کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ قصاص میں عورت کی گواہی قبول ہو اور اس کی دیت بھی مرد کے برابر ہو جائے۔ مجلس شوریٰ میں جب راجہ صاحب کی کمیٹی کا یہ مسودہ پیش ہوگا تو وہاں بھی زیادہ ہنگامہ اس پہ ہوگا۔ ہاں ایک بات لکھنے سے رہ گئی ہے کہ اس کمیٹی میں جب دیت کی بحث آئی اور عورتوں نے بہت ہنگامہ برپا کیا اور ان دونوں وکیلوں نے ان کی وکالت کی اور اس بات پہ اڑے رہے کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت کی دیت نصف نہیں ہے، پوری دیت ہے اور اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ اس دفعہ ۲۸ کو بہانہ بنا کر وہ گاڑی کو آگے چلنے سے روکنا چاہتے ہیں تو مصلحتہً ان کی بات مان لی گئی کہ

اس کا فیصلہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شرعی بنچ کرے گا[1]۔ علماء نے یہ بات اس وقت محض اس لئے مان لی کہ کمیٹی کا ماحول جدالدنزاع کا اور شور وغل کا اور غیر سنجیدہ انداز تھا اور وہ اس کو اگلی کارروائی کے لئے رکاوٹ بنانا چاہتے تھے۔ متذکرہ وجہ التوا کے سلسلے میں ذہن میں یہ تھا کہ چونکہ دلائل اس بارے میں مضبوط موجود ہیں اور عدالت کا ماحول سنجیدہ ہوتا ہے جہاں باری باری سے بات سنائی جا سکے گی۔ اس لئے انشاءاللہ وہاں فیصلہ صحیح شرعی ہو گا۔

پس اس وقت ضرورت ان دو مسئلوں کو مضبوط دلائل کے ساتھ اس انداز سے ثابت کرنا ہے کہ مجلس شوریٰ کے تمام وہ ارکان جو خود اسلامی تعلیمات سے براہِ راست واقف نہیں ہیں وہ بھی دلائل کی قوت سے متاثر ہو کر ان دونوں دفعات کو اس طرح رہنے دیں جو کونسل نے پیش کی ہیں اور وہ حضرات جو ان کی شدید مخالفت کر رہے ہیں وہ بالکل لاجواب ہو کر کچھ نہ کہہ سکیں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ قصاص میں عورت کی شہادت معتبر نہیں۔ یعنی محض عورتوں کی شہادت پر کسی سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ تعزیر کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے کیونکہ مسودہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر کسی قتل کے واقعہ میں عورتوں کی گواہی ہے اور قاضی کو ان کی گواہی سے اور دوسرے سے یہ یقین حاصل ہو جائے کہ اس شخص نے قتل کیا ہے تو قتل کا مجرم قرار دے کر اس کو تعزیراً حالات کے مطابق ہر طرح کی سزا دے سکتا ہے حتیٰ کہ وہ قتل بھی کر سکتا ہے۔ ماڈرن عورتیں کہتی ہیں کہ ڈاکو بعض اوقات ایسے حالات میں ڈاکہ ڈالتے ہیں کہ وہاں کوئی مرد نہیں ہوتا، صرف عورتیں ہوتی ہیں تو کیا مجرم چھوٹ جائیں گے؟ ان کا یہ کہنا غلط ہے یہ کسی نے نہیں کہا کہ ان کو پوری پوری سزا بشکل تعزیر نہیں دی جا سکے گی۔ بلکہ صرف قصاص کی بات ہو رہی ہے،

---

[1] یہ تو خوش قسمتی کی بات ہے کہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے شرعی بنچ میں شریعت کا احترام کرنے والے اور استنباط مسائل کے فقہی شعور رکھنے والے حضرات موجود ہیں ورنہ کل اگر کہیں ان عدالتوں میں بھی چودھری الطاف حسین اور جناب سعید حسن جیسے اصحاب مسند نشین ہو جائیں تو ان اعلیٰ ترین قانونی اداروں کے فیصلوں سے احکام خدا اور رسولؐ کا کیا حشر ہو گا۔ (ن ص)

کونسل نے اس سلسلہ میں اپنے استدلال کا اصل مدار امام زہری رحمۃ اللہ کا یہ قول قرار دیا ہے

مضت السنۃ لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہٖ
ابی بکر وعمران لاشہادۃ للنساء فی الحدود والقصاص (مصنف ابن ابی شیبہ)
ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور آپؐ کے بعد کے دونوں خلفاؓ جناب ابوبکرؓ اور جناب عمرؓ کی طرف سے یہی طریقہ جاری رہا ہے کہ حدود و قصاص کے معاملے میں عورتوں کی شہادت نہیں ہوتی۔

اسی لئے تمام فقہائے کرام نے اس قول کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ "مضت السنۃ" کے الفاظ اصول حدیث کے مطابق دلالت کرتے ہیں کہ یہ سنتِ متواترہ ہے، قطعی ہے اور اس کے خلاف دوسرا کوئی قول جناب رسول اللہؐ اور شیخینؓ سے منقول نہیں ہے، کچھ ایسے لوگ جو علماء کہلاتے ہیں یا اردو تراجم کے ذریعہ حدیث و فقہ کی کتابیں پڑھتے ہیں انہوں نے خود اپنی بے دینی کی وجہ سے آئندہ دولتوں کے حصول کے لیے ان لوگوں کی پشتیبانی شروع کی ہے اور وہ ان کو آدھے پورے حوالے دے رہے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ کراچی کے وکیل خالد اسحٰق صاحب ان کو مواد مرتب کر کے دے رہے ہیں۔ انہوں نے امام زہریؒ کے اس قول کو ضعیف اور ناقابل اعتماد قرار دینے کے لئے اس کے کچھ راویوں پر جرح کی ہے اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کا جواب دے کر یہ ثابت کیا جائے کہ امام زہریؒ کا یہ قول یقیناً قابل استدلال ہے

اسلامی نظریاتی کونسل کے مسودہ قانون میں عورت کے لئے قتلِ خطا کی صورت میں نصف دیت کا ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ جناب خالد اسحٰق صاحب نے اس مسئلہ کے خلاف ان کی مدد کے لئے ایک مضمون بھی لکھا ہے جس کا ایک حصہ ہمیں موصول ہو گیا ہے اہل علم ان کے دلائل کو خود دیکھ کر اس کا جواب سوچیں کیونکہ وہ درحقیقت دلیلیں نہیں ہیں، محض مغالطہ انگیزی ہے۔ یہاں کتابوں کی عبارتیں نقل کرنے کی بجائے اس مسئلہ کے لئے صرف کتابوں کے حوالے نقل کیے جاتے ہیں۔